ہمارا آئین اسلامی نقطۂ نظر سے

کیا عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے ؟

از مولانا احمد عبد الحلیم کانپوری

نئے آئین نے عورت اور مرد کو بنیادی حقوق میں مساوی حیثیت دی ہے۔ جبکہ شریعت کئی باتوں میں اس "مساوات" کی قائل نہیں۔ اس مضمون میں آئین کی خامیوں میں سے ایک خامی کہ عورت بھی کلیدی مناصب اور صدارت اور وزارت پر فائز ہو سکتی ہے، پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ادارہ)

قرآن مجید میں ہے کہ: الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض و بما انفقوا۔ مردوں کو عورتوں پر محافظ و نگران بنایا گیا ہے۔ (اگر کوئی کہے کہ کیوں تو اسکا ایک تو حاکمانہ جواب ہے) کہ اللہ نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (جسکا اسے پورا اختیار ہے) (دوسرا جواب حقیقی ہے کہ) اس سبب سے کہ مرد ان پر اپنا مال وغیرہ خرچ کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ مرد ہی عورت پر محافظ و حاکم ہے۔ عورت کے مقابلہ میں اسی کو اس کی صلاحیت دی گئی ہے۔

اسی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ: اخروھن من حیث اخرھن اللہ۔ تم بھی عورتوں کو پیچھے ہی رکھو جسطرح اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم بہت پہلے پیدا ہوئے اور حضرت حوا ان کے بہت زمانہ کے بعد۔

ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ مجوس نے اپنا سربراہِ مملکت ایک عورت کو بنایا ہے۔ تو فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو سربراہِ مملکت عورت کو بنائے گی۔ چنانچہ انہوں نے عنقریب ہی اس کا انجام

دیکھ لیا کہ ان کی سلطنت ہی جاتی رہی۔ خواہ عورت کتنی ہی قابل ہو اور خواہ وہ پہلے سربراہ مملکت سے کتنا ہی قرب رکھتی ہو۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی قرب رکھنے پر بھی سربراہ مملکت نہیں بنائی گئیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم و فضل اور عقل و دانش میں تمام اصحاب سے بالاتر تھیں۔ مگر وہ بھی اس لئے سربراہ مملکت نہیں بنائی گئیں کہ وہ عورت تھیں۔ ان کے مقابلہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو سربراہ مملکت (خلیفہ) بالاجماع بنایا گیا حالانکہ امام ابن حزم کی تحقیق کے مطابق وہ صدیق اکبر سے بھی افضل تھیں۔ وہ اسکی دلیل میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ ازواج مطہرات کو ایک عمل میں دو چند ثواب ہے۔ اور سب کو ایک عمل میں ایک ہی ثواب ہے اگر کسی اور کو ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا تو ازواج مطہرات کو بیس گنا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں فضیلت صرف نیکی پر ہے اور نیکی کی مقدار پر اس کا ثواب ہے۔ اس لئے عورت کا گورنر یا سربراہ مملکت بنانا احکام اسلام کی صریح مخالفت ہے۔ پھر عورت جب حاکم بنائی جائے گی تو یہ سب مفاسد پیدا ہوں گے۔

۱۔ عورت کو حکم ہے کہ وہ اپنا بناؤ سنگار سوائے شوہر اور محارم کے کسی اور کے سامنے ظاہر نہ کرے اور یہ حکومت کی حالت میں گوشہ نشینی تو نہیں ہو سکتی۔

۲۔ اسے یہ بھی حکم ہے کہ وہ غیر محرم سے شیریں کلامی نہ کرے۔ فلا تخضعن بالقول۔ اس سے یہ فساد پیدا ہوگا کہ جس کے دل میں بدکاری کا مرض ہے وہ اس کی خواہش کرے گا۔ فیطمع الذی فی قلبہ مرض۔ حدیث میں ہے کہ جو نامحرم سے مصافحہ کرے گا اس کے ہاتھ پر آگ رکھی جائیگی چنانچہ آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنی خوشدامن ہند سے یہ کہہ کر مصافحہ سے انکار فرمایا کہ: انی لا اصافح النساء۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ اور وزنا ھما النظر۔ ان کا زنا نامحرم کو دیکھنا ہے۔ ہم تو ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ مگر یہاں تو اسلام کا نام اپنے مقصد کے لئے لیا جاتا ہے۔ عمل کے لئے نہیں لیا جاتا۔ چنانچہ یہاں تو حج جیسی مقدس عبادت کو بھی وفد میں ایک نامحرم عورت کو شامل کرکے داغدار بنا دیا گیا اور اسے بھی سوائے سیر و تفریح۔ الاؤنس اور شاہی دعوتوں کے کچھ نہ ملا حدیث میں ہے کہ لا تحجن امرأۃ الا ومعھا محرم۔ ایک تاکید بغیر محرم کی ہمراہی کے ہرگز کوئی عورت حج نہ کرے۔ چنانچہ اس طرح کے حج کے سفر میں حج تو ہوا نہیں صرف گناہ ہوا اور مصارف میں ٹیکس دینے والوں کا روپیہ برباد ہوا۔ اگر سات کروڑ کی آبادی میں ایک مرد بھی سربراہ مملکت کا اہل نہ ملا تو پھر ایسی بے بہرہ قوم کی بدقسمتی پر انتہائی افسوس ہے۔ یوں تو جب کھانے کو کچھ نہ ملے اور فاقہ سے جان جانے کا یقین ہو تو اس وقت جان بچانے کے لئے سور کا گوشت بھی جائز ہے۔ مگر یہاں تو حج کا وفد ہی معقول اعتراض

کے مصارف اسراف تھے۔ اس لئے جب مردوں کا سرکاری خرچ پر جانا فضول تھا تو جو عورت کا بغیر محرم یا شوہر کے کیا ٹھکانا پھر یہ لوگ چار دن کے زمانۂ حج میں کسی کی صورت بھی نہیں دیکھ سکتے تھے تو اسی ہزار کے مجمع سے بات کرنا بھی ممکن نہ تھا۔

الغرض سنت بلکہ فرض ہے کہ جسے جو منصب بھی دیا جائے وہ اس کا ماہر و اہل بھی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کوئی منصب یا عہدہ اس کے ماہر ہی کے سپرد فرماتے تھے۔ پھر عورت اس لئے بھی کسی عہدہ کی شرعاً اہل نہیں کہ امیر کے فرائض میں نماز پنجگانہ و جنازہ کی امامت بھی ہے۔ جو عورت کیلئے جائز نہیں ——

دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک عمل کا دہرا ثواب پانے اور ام المومنین کے رتبۂ جلیلہ پر سرفراز ہونے کے باوجود وہ مفتی و معلم تو بنیں مگر خلیفہ نہ بنیں۔ حضرت صدیق بھی کبھی ان کے رتبۂ جلیلہ کے لحاظ سے ام المومنین اور کبھی اپنی لخت جگر کو بتقاضائے محبت پدری عائشہ کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ چونکہ ہم نے بجائے کعبہ کے ترکستان کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔ اس لئے سنت الٰہی کے مطابق ہم کبھی فلاح نہیں پاسکتے کیونکہ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یہاں ایک فاضل مضمون نگار نے یہ سوال پیدا کیا ہے کہ اگر ہمارے مصائب اور سقوط بنگال ہمارے اعمال بد کی پاداش میں ہے تو پھر ہندوؤں کی فتح و کامرانی کون سے اعمال صالحہ کا صلہ ہے۔ یہ سوال نظر کی قلت اور اسلامی علوم سے ناواقفی سے پیدا ہوا ہے۔ میں اس کے جواب میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں جس کے بعد انشاء اللہ کسی عامی کو بھی تردد نہ رہے گا —— دیکھئے اگر حکومت کا ملازم فوجی سپاہی میدان جنگ میں جانے سے انکار کرے تو اس کا کورٹ مارشل ہوگا اور گولی مار دی جائے گی۔ لیکن اگر رعایا میں سے کوئی شریک جنگ نہ ہو تو وہ مجرم نہیں۔ جب ہم نے اسلام قبول کرلیا تو ہم اسکی نافرمانی سے باغی و مجرم اور دنیا و آخرت میں مستحق سزا ہوں گے یہ مضمون قرآن کی متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر جب ہم اسے پڑھتے ہی نہیں تو عمل کیا کریں گے۔ جسطرح کوئی مجرم قانون سے اپنی ناواقفی کا عذر کرکے سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح شریعت سے جہالت کا عذر کرکے کوئی عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ بلکہ یہ دہرا گنہگار ہے۔ ایک جہالت اور دوسرے نافرمانی۔ واللہ المستعان۔